

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سیح الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالستار حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا بیان

○ حدثنا قتيبة، أخبرنا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت عن أنس قال: خدمت رسول الله ﷺ عشر سنين فما قال لي أف قط وما قال لشيء صنعته لم صنعته؟ ولا لشيء تركته لم تركته؟ وكان رسول الله ﷺ من أحسن الناس خلقا وما مسست خزا قط ولا حريرا ولا شيئا كان ألين من كف رسول الله ﷺ. ولا شملت مسكا قط ولا عطرا كان أطيب من عرق رسول الله ﷺ وفي الباب - عن عائشة والبراء هذا حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی مجھے کلمہ نہ جرن نہیں کہا۔ (یعنی کبھی مجھے نہیں ڈانٹا) اور جو بھی کام میں نے کیا، کبھی اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا؟ اور جو بھی کام میں نے چھوڑ دیا۔ تو کبھی بھی اس سے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں چھوڑا؟ اور جناب رسول اللہ ﷺ سارے لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے اور میں نے کسی بھی قسم کے ریشمی کپڑے یا کسی بھی اور چیز کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کبھی بھی کوئی مفک یا عطر نہیں سونگھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حسنہ بیان

عشر سنیں: اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں نو سال مذکور ہے، دونوں کی تطبیق یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال گزارے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ پہلے سال کے درمیان میں خادم بن گئے۔ پس جس روایت میں نو سال مذکور ہیں اس میں کسر کو چھوڑ کر مکمل سال حساب کئے گئے ہیں۔ اور اس روایت میں دس سال لئے ذکر ہوئے کہ کسر یعنی پہلے سال کے بعض حصے کو مکمل سال شمار کر کے حساب لگایا گیا ہے۔ لہذا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ اور دونوں کے درمیان کوئی تضاد موجود نہیں ہے۔

نوکر، خادم اور مرید کے ساتھ تسامح اور تساهل کرنا:

وما قال لشيئ صنعته لم صنعته الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے دوران جو کچھ میں نے کیا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تھے کہ تو نے کیوں ایسا کیا؟ نیز جس خدمت کے کام میں مامور تھا اور میں نے چھوڑ دیا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تھے کہ آپ نے اس کام کو کیوں چھوڑ دیا؟ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اپنی ذاتی خدمات اور ذاتی آداب کے بارے میں خادم کے ساتھ نہایت ہی تسامح اور تساهل فرمایا کرتے تھے۔ استطاعت کے باوجود نہی عن المنکر چھوڑنا حائر نہیں:

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو بھی خلاف شرع کام کیا، یا فرائض شرعیہ کو چھوڑ دیا تو رسول اللہ ﷺ اعتراض نہ فرماتے تھے کیونکہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اور اعتراض نہ کرنا جائز نہیں ہے اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کا کسی کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ جسے حدیث تقریری کہا جاتا ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے ایک خادم کے خلاف شرع کام کو دیکھ کر آپ ﷺ خاموش رہیں گے؟

نیز اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح بھی موجود ہے کیونکہ دس سال خدمت کے طویل عرصہ میں انہوں نے کسی بھی ایسے محظور کار تکاب نہیں کیا جس پر اعتراض کرنے کا رسول اللہ ﷺ کو موقع مل جائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کے شرف اور پھر آپ ﷺ کی خدمت کی برکت سے یہ بھی مستبعد نہیں بلکہ عین لائق شان ہے کہ ساری زندگی میں بھی ان سے کوئی ایسا محظور سرزد نہ ہوا جو شرعاً قابل اعتراض ہو۔

حدثنا محمود بن غيلان أخبرنا أبو داود أنبأنا شعبة عن أبي إسحاق قال سمعت أبا عبد الله الجدلي يقول سألت عائشة عن خلق رسول الله فقالت لم يكن فاحشاً ولا خفياً ولا عابداً ولا مجراً ولا يجرى بالسئية السيئة ولكن

يعفُو ويصْفَح. هذا حديث حسن صحيح وأبو عبد الله الجدلِي اسمه عبد بن عبد ويقال عبد الرحمن بن عبد -

ترجمہ: ابو عبد اللہ انجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو طبی لحاظ سے فحش گو تھے اور نہ ہی تکلف اور تمہد کے ساتھ فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ اور بدی کا بدلہ بدی کے ساتھ نہ دیا کرتے تھے۔ بلکہ عفو اور در گزر کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو عبد اللہ جدلی کا نام عبد بن عبد ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد الرحمن بن عبد ہے۔

توضیح و تشریح:

فحش گوئی سے اجتناب۔ لم یکن فاحشا ولا متفحشا جناب رسول اللہ ﷺ فحش گو نہیں تھے اور نہ ہی قصد کیا ساتھ فحش گوئی کرتے تھے۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے اس قدر پاک اور صاف تھے کہ نہ تو آپ ﷺ کی طبیعت اور مزاج میں فحش گوئی تھی کہ بلا قصد اور بلا تکلف فحش گوئی صادر ہو جاتی اور نہ ہی قصد اور تکلف کے ساتھ فحش گوئی کرتے تھے۔ بلکہ طبعاً و تکلفاً کسی طریقے سے بھی مبارک زبان سے فحش بات نہیں نکلتی تھی۔ ولا صحبا بافی الأسواق اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ یعنی اگر کسی ضرورت کیلئے آپ ﷺ بازار میں چلے بھی جاتے تو بازار میں بازاری لوگوں کی طرح شور نہیں مچاتے تھے۔

حسب ضرورت بازاروں جانے کو خلاف تقویٰ سمجھنا غلط ہے:

بازار میں جانا شان نبوت کے خلاف نہیں۔ یہ تو جاہل مشرک لوگوں کا خیال تھا کہ بغیر ہو تو وہ طعام نہیں کھائے گا اور بازار میں نہیں جائے گا۔ قرآن کریم نے کفار مکہ کا جناب رسول اللہ ﷺ پر یہ اعتراض ذکر کر کے ان کے اس خیال باطل کی تردید کی ہے اور برملا یہ اعتراف کیا ہے کہ پہلے بھی جو انبیاء کرام ہو گزرے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے (الفرقان) کیونکہ یہ سب انسانی ضرورتیں ہیں اور انبیاء کرام انسانی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ لیکن ان کے پوری کرنے میں خلاف شرع امور سے اجتناب کرتے تھے پس بازار میں جانا بھی ایک انسانی ضرورت ہے پس اس ضرورت کو پوری کرنا درست ہے لیکن اس میں خلاف شرع اور خلاف طبع سلیم امور سے گریز کرنا چاہیے۔ مثلاً چیخنا چلانا شور مچانا ویسے ہی ہوٹلوں اور دکانوں میں آوارہ پھیرنا خلاف شرع امور میں شریک ہونا اور نیوی مشاغل میں حد سے زیادہ اٹھنا کھانا وغیرہ۔

عفو اور درگزر: ولا یحزی بالبیئۃ البیئۃ ولكن یعفو ویصفح۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگزر کے بارے میں حدیثیں ہیں۔ عفو کا تعلق باطن

سے ہے اور صغ یعنی درگزر کا تعلق ظاہر سے ہے، یعنی جو آدمی رسول اللہ ﷺ سے بدی کرتے تو رسول اللہ ﷺ برائی کم بدلہ برائی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ اس آدمی کو دل سے بھی معاف فرماتے تھے۔ اور ظاہر میں بھی درگزر کرتے تھے۔ اور برائی کرنے والے پر کسی قسم کی ملامت وغیرہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ برائی سے بدلے میں نیکی اور احسان کرتے تھے۔ سلام ان پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

بَاب مَا جَاءَ فِي حَسَنِ الْعَهْدِ

حدثنا ابو هشام الرفاعي أخبرنا حفص بن غياث عن هشام بن عروة عن أبي
عن عائشة قالت. ما غرت على أحد من أزواج النبي ﷺ ما غرت على
خديجة وما بي أن أكون أدر كتها وما ذاك إلا لكثرة ذكرك رسول الله ﷺ
وإن كان ليذبح الشاة فيتبع بها صدائق خديجة فيهد بها لهم هذا حديث حسن
صحيح غريب.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ صغہا فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں کسی پر اتنا رشک نہیں آیا جو
مجھے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے ان کو نہیں پایا (یعنی میں ان کی زندگی حضور ﷺ کے عقد میں نہیں
تھی) اور ان پر میری یہ غیرت صرف اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے۔ اور بے شک
رسول اللہ ﷺ کسی بکری کو ذبح کرتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سہیلیوں کو بچن بچن کر تلاش کرتے تھے
اور اس بکری کا گوشت ان کو ہدیہ میں بھیجتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

توضیح و تشریح: حسن العهد سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ یا کوئی کسی کے ساتھ پڑ
میں سفر میں یا کمرے اور ہاسٹل میں حسن معاشرت اور اچھے طریقے سے ایسی زندگی گزارے جو کہ یادگار رہے کہ بعد
زندگی میں بھی اسی یاد کو تازہ رکھا جائے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ: ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مالدار خاتو
تھیں ان کا پہلا شوہر فوت ہو چکا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے کے وقت ان کی عمر چالیس برس تھی
رسول اللہ ﷺ کی عمر اس وقت پچیس سال تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد آپ نے اپنا سارا
جناب رسول اللہ ﷺ کو بخش دیا۔ اور انہی کے مال کی بدولت اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو غنی اور مالدار بنا
حضرت خدیجہؓ ان خوش بخت حضرات میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نجات عطا ہونے کے پہلے دن نور

پیغام ملتے ہی سب سے پہلے بلا چون و چرا ایمان لائیں اور وہ نبوت کی ابتداء میں پیش آنے والی مشکلات میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتی تھیں۔ اور ہر پریشانی میں آپ ﷺ کو تسلی دیا کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ تسلی دینے والی عورت حضرت خدیجہؓ ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک بیٹا حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھٹن سے تھا۔ باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے تھی۔ آپؐ کی زندگی میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ آپؐ بڑی صابر فیاض، تعلیم مدبر اور حوصلہ مند تھیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اوائل نبوت میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی مصاحبت سے اپنے نبی ﷺ کی تسکین و تسلی کا بہترین سامان کیا تھا، آپؐ کی وفات کا سال عام الحزن (یعنی غم کا سال) سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔ آپؐ کی وفات کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھر آپؐ کا بہت ذکر خیر کیا کرتے تھے اور آپؐ کے متعلقین اور سہیلی ساتھیوں کے ساتھ وہی حسن سلوک اور تعلقات برقرار رکھتے تھے جو کہ آپؐ کی زندگی میں قائم تھے۔ اور وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ آپؐ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقین کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کو تحفے اور ہدایا بھیجتے تھے۔ اور اسی کا نام ہے حسن العہد۔

یسبوں کا سوتن وغیرہ پر غیرت کھانا ایک طبعی امر ہے:

ما غرت علیٰ احد من ازواج النبی ﷺ ما غرت علیٰ خدیجہ:

اس عبارت میں پہلا لفظ ”ما“ تانیہ ہے اور دوسرا لفظ ”ما“ موصولہ ہے۔ مطلب اس عبارت کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر بھی ایسی غیرت نہیں کھائی جو غیرت کہ میں نے حضرت خدیجہؓ پر کھائی۔ بعد میں فرماتی ہیں وما بی ان اکون ادرکتھا النخ یعنی حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کی وجہ سے مجھے غیرت و حمیت نہ آتی کیونکہ میرے سامنے تو ان سے کوئی امتیازی سلوک نہیں ہوتا تھا لیکن غیرت آنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے تو اس میں میں ان پر رشک کرتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ کو حضرت خدیجہؓ کی اتنی یاد کیوں آتی ہے؟ کہ گویا دنیا میں ان کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ تو حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی عظمت شان کی طرف اشارہ فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان سے میری اولاد تھی۔ معلوم ہوا کہ غیرت اور رشک کھانا ازواج مطہرات جیسے بہتر خواتین سے بھی مستبعد نہیں۔ کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے۔ تاہم اس کی وجہ سے غیبت بہتان تراشی اور ظلم میں مبتلا ہونا کلمات کی شان سے بعید ہے۔